رجسٹریشن نکاح کی شرعی حیثیت اور متعلقہ عدالتی فیصلے

شاہانہ تبسم*

سعید الرحمن**

Abstract

The occurrence of “ Nikah’’ becomes valid vide Shariah-e-Islamia (Islamic Law) the moment an adult male, in the presence of two witnesses announces his word “I accept her as my wife for whole of life’’ and the concerned adult female confirms the same by her saying “I too accept him as my husband for life long’’. It needs no registration. In this manner, the “Nikah’’ of our Holy Prophet Muhammad (PBUH), the “Nikahs” of his pious companions and other believers did occur. The same process of “Nikah” remained in practice in the blessed period of his Caliphs. Later on, the said practice of “Nikah” was performed during the Caliphate of Ummayad and then the Abbasid Caliphate for a long span of time in all over the Muslim World. After the fall of the Abbasid Caliphate, the Muslim World was divided into many kingdoms, sultanates and emirates and the numerous Muslim rulers of the several dynasties ruled the different regions of the Muslim World as Kings, Sultans and Ameers, but the registration of “Nikah” was not required by their administrative institutions as it is required now a days due to the change in circumstances and situations. The performing of the “Nikah”, in the presence of two witnesses by the acceptance of an adult male and its confirmation by an adult female went on functional admittedly with no dispute in it in all schools of Fiqah (Islamic jurisprudence). In the present time, the economic, administrative, social, political, legal, institutional conditions and values have been changed. Thus, the families (wife, husband and their children) have to face a lot of difficulties for no registration of “Nikah” due to complicated circumstances of the recent era. If the registration of “Nikah” is made compulsory, it may help in resolving the aforementioned problems easily. Therefore, most of the Muslim countries have made it the part of their legal system. In this research article, the researcher has argued for the necessity of the “Nikah” registration in the light of supporting references from Quranic verses, Prophet’s sayings and some precedent rules of Islamic jurisprudence with the aim to prevent the Muslim individuals, families, state institutions, judicial courts and all other concerns from social, legal, judicial and administrative complications resulting due to no availability of “Nikah” registration by the relevant institutions constituted by the state in this regard. The researcher has also briefly analyzed two decisions of (Pakistani) Courts regarding Muslim Family Laws in the Islamic perspectives in conjunction with the concerned research.

Keywords: Muslim Family Law, Registration Nikah, Muslim Family Law 1961

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، خواتین یونیورسٹی، ملتان۔

** سابق پروفیسر و چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ کے بعد بنو اُمیہ اور بنو عباس کے زمانہ خلافت میں حکومتی اداروں میں نکاح رجسٹر کرانے کا رواج نہ تھا۔ امراء ورؤساء، علماء وفقہاء اور معاشرتی لحاظ سے اونچے طبقے کے افراد بھی اپنے شخصی احترام اور بلند خاندانی مقام کے باوجود ذاتی، جماعتی یا خاندانی طور پر تحریری شکل میں نکاح ریکارڈ نہیں کراتے تھے۔ شاید ان وقتوں کی سادہ زندگی، عدل وانصاف پر مبنی نظام اور عوامی دیانتداری کے باعث اس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ہو۔

خلافت عباسیہ کے سقوط کے بعد عالم اسلام بہت ساری ریاستوں، مملکتوں اور عملداریوں میں تقسیم ہو گیا۔ مسلمانوں کی سیاسی اور اجتماعی مرکزیت کے زوال کے سبب جنم لینے والی ان چھوٹی چھوٹی علاقائی ریاستوں اور مقامی قلمرؤں کے محکموں یا ذیلی انتظامی دفاتر میں بھی سرکاری احکام کے تحت باضابطہ طور پر نکاحوں کا تحریری اندراج نہیں ہوتا تھا۔

شریعت کے مقرر کردہ آسان طریقہ نکاح سے مسلمان معاشرے کے مردوزن میں سے ہر عام وخاص کو دو گواہوں کی موجودگی میں صرف ایجاب وقبول سے انعقاد نکاح کی سہولت میسر تھی۔ یہی دو گواہ ان کے نکاح کی توثیق کرتے تھے اور اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوتا تھا۔ اسلامی طریقہ نکاح کی آسانی، سادگی اور ارزانی کے بارے میں مفتی ولی حسن ٹونکی فرماتے ہیں:

"شریعت کی رُو سے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔"[1]

سیاسی اور اجتماعی زوال اور مرکزیت کے فقدان سے مسلمان معاشروں کے عامۃ الناس اخلاقی اقدار کھونے اور اپنی تہذیبی روایات سے دُور ہونے لگے۔ بدقسمتی سے اس دوران مغربی استعمار نے بھی مسلم دنیا کے طول وعرض میں وسیع علاقوں پر غاصبانہ تسلط جما کر مسلمانوں کے تعلیمی اداروں اور تہذیبی مراکز کو قبضے میں لے لیا۔ پھر ان میں سیکولر فکر کے حامل اساتذہ کے تقرر اور جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال سے استعماری اجنبی حکمران شخصی آزادی اور حقوق نسواں کے نام پر منفی معاشرتی اقدار کے فروغ کے لئے سرگرم ہو گئے اور انہوں نے مذہب بیزار افکار کی اشاعت سے مسلمانوں پر ثقافتی یلغار شروع کر دی۔ اس طرح مسلمان نوجوانوں کی اکثریت دینی تعلیم کی کمی، اپنی تہذیبی روایات سے لاعلمی اور روزمرہ کی جدید دنیاوی تعلیم سے محرومی کی وجہ سے ذہنی ونفسیاتی کشمکش کا شکار

---

1 مفتی ولی حسن، ٹونکی، **عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں**، (کراچی: مجلس دعوت وتحقیق اسلامی، ۱۹۸۵ء)، ۱۵۲

ہو گئی۔ مسلمان نوجوانوں کی معدودے چند اقلیت جو جدید تعلیم سے بہرہ ور ہوئی وہ حکمرانوں کے سیکولر کلچر میں رنگ گئی۔ الا ماشاء اللہ۔ مسلمان معاشرے معاشرتی و تہذیبی شکست وریخت سے دوچار ہو گئے۔ منفی سرگرمیوں کو بڑھاوا ملا جس سے امن پسندی، راست بازی، دیانتداری، شرافت، قناعت اور صداقت شعاری کے اوصاف ماند پڑنے لگے اور ان کی بجائے روزافزوں بد دیانتی، خود غرضی، ہوس پرستی اور مالِ غیر پر دست درازی اور نتیجتاً مقدمہ بازی جیسی عادات افراد کے رویّوں میں دَر آنے لگیں۔

برطانوی سامراج کے بعد پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو معاشرے میں سادگی، دیانتداری، صلہ رحمی، صلح جوئی اور رشتوں کی قدر شناسی کے وہ معیار بہت گر گئے تھے جو برصغیر میں استعمار سے پہلے کے معاشرے کا طرّہ امتیاز تھے۔

پاکستان میں مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کا نفاذ ہوا تو اس کی دفعہ 5 کی رُو سے نکاح کی رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے نفاذ سے پہلے نکاح کے اندراج کا کوئی قانونی طریقہ کار نہیں تھا۔ نکاح ازروئے شریعت ولی اور صرف دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے ہی نکاح منعقد ہو جاتا۔

عائلی قوانین آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء دفعہ ۵ نکاحوں / شادیوں کی رجسٹریشن:

۱۔ اسلامی شریعت (مسلم قوانین) کے مطابق باضابطہ عمل میں آنے والا ہر نکاح (شادی) کو اس حکمنامہ کے احکام کے تحت رجسٹر میں درج کیا جائے گا۔

۲۔ اسی حکمنامہ کے تحت نکاح کے اندراج کے مقصد کے لئے یونین کونسل ایک یا ایک سے زائد افراد کو جنہیں رجسٹرار کہا جائے گا، اجازت نامہ دے گی لیکن کسی ایک وارڈ میں کسی بھی صورت میں ایک سے زیادہ رجسٹرار کو اجازت نامہ نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ ہر وہ نکاح جو نکاح رجسٹرار کے ذریعے باضابطہ عمل میں نہ آیا ہو اس حکمنامہ کے تحت اندراج کے لئے اس نکاح کو باضابطہ عمل میں لانے والا، رجسٹرار کو اس کی اطلاع کرے گا۔

۴۔ ہر وہ شخص جو ضمنی دفعہ 3 محولہ صدر کے احکامات کی خلاف ورزی کرے گا وہ قیدِ محض جس کی مدت تین ماہ تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ جو ایک ہزار تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

۵۔ نکاح کا فارم، رجسٹر جو نکاح رجسٹرار کی زیر حفاظت / نگرانی ہوں گے۔ ریکارڈ جو یونین کونسل میں محفوظ کیا جائے گا وہ طریقہ جس سے نکاح کا اندراج کیا جائے گا اور نکاح نامے کی نقول فریقین کو مہیا کی جائیں گی اور فیس جو اس کے لئے وصول کی جائے گی وہ ہو گی جو اس کے لئے مقرر کردہ ہے۔

٦۔ کوئی شخص مقررہ فیس اگر کوئی ہو گی کی ادائیگی پر یونین کونسل کے دفتر میں ذیلی دفعہ 5 کے تحت محفوظ کردہ ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے یا اس کے کسی اندراج کی نقل حاصل کر سکتا ہے۔

عائلی قوانین آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے نفاذ کے بعد پاکستان میں طبع ہونے والی قانونی تالیفات اور مسلم پرسنل لاء سے متعلقہ کتابوں میں رجسٹریشن نکاح کی قانونی حیثیت و اہمیت اور نکاح رجسٹریشن نہ کرانے کے مفاسد اور منفی اثرات کا ذکر ملتا ہے۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

"عائلی قوانین کے بموجب عمل میں لایا ہوا نکاح درجِ رجسٹر کیا جائے گا۔"[2]

نکاح و طلاق سے متعلق اپنی تالیف میں میاں مسعود احمد ایڈوکیٹ نکاح کی رجسٹریشن کا اس طرح ذِکر کرتے ہیں:

"پاکستان میں نکاح رجسٹر کروانے کی باضابطہ صورت فیملی لاز ۱۹۶۱ء کے بعد رائج ہوئی اور دفعہ ۵(ا) فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی رو سے قرار دیا گیا کہ ہر شادی کو رجسٹر کروانا ضروری ہو گا۔"[3]

انعام الحق میاں ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان اپنی مرتب کردہ کتاب "محمڈن لاء" میں رقمطراز ہیں:

"ایک شادی جو دفعہ ۵ کے تحت رجسٹر نہ کرائی گئی ہو غیر مؤثر نہیں ہو گی اور میاں بیوی کے آپس کے تعلقات بحال رہیں گے۔ صرف یہی فرق پڑے گا کہ خاوند کو اس آرڈیننس کی خلاف ورزی پر سزا دی جا سکے گی۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد لازم ہو گیا ہے کہ ہر شادی کو رجسٹر کروایا جائے۔"[4]

اسلامی طریقہ نکاح کی منفعت وافادیت ایک بدیہی امر ہے۔ اس کی سادگی اور نفع رسانی کی وجہ سے اسے قبول عام حاصل تھا۔

---

[2] تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیہ، اشاعت پنجم ۲۰۰۵ء) ا: ۱۳۱

[3] میاں مسعود احمد بھٹہ، **حیات النساء (عورت کی زندگی)**، (لاہور: ادارہ اشاعت و تحقیق پاکستان)، ۲۷۹

[4] انعام الحق میاں، ایڈوکیٹ، **محمڈن لاء**، (لاہور: منصور بک ہاؤس)، ۲۵۰

امین احسن اصلاحی اس کی عملی آسانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شریعت میں تو ہر وہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے جو دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہو۔"[5]

نکاح کی رجسٹریشن کی شرعی حیثیت:

قبل ازیں اس بات کا تفصیلی ذکر کیا جاچکا ہے کہ عہدِ رسالت ﷺ سے عہدِ خلافتِ راشدہ تک نکاح کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کوئی دستور نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور قرونِ اولیٰ کے علماء وفقہاء کے نکاح کی رجسٹریشن کے بارے میں موافق یا مخالف اقوال وآراء پر مشتمل مواد نہیں ملتا۔ البتہ متأخر ادوار کے فقہاء نے کتابتِ نکاح کو مستحب بتایا ہے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ کی دفعہ ۵ کے تحت نکاح رجسٹر کروانے والوں کے لئے نکاح نامہ اگرچہ قانونی اور عدالتی امور میں مفید تحریری دستاویز اور کارآمد ریکارڈ ثابت ہوتا ہے لیکن اسلامی طریقہ کار کے مطابق دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور یہی طریقہ کار عہدِ رسالتؐ سے لے کر صدیوں تک مسلم دنیا کے طول وعرض میں مقبولِ عام رہا ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرکے شادی کرنے کا طریقہ اپنی سادگی، آسانی اور مُفتا مفتی کے لحاظ سے اُمتِ مسلمہ کے لئے دینِ مبین کا عظیم تحفہ ہے۔

اس سیدھے سادے طریقہ نکاح کے مقابلے میں نکاح کی رجسٹریشن کروانے والے طریقے سے نکاح رجسٹرار کو تقریبِ نکاح میں لانے، رجسٹرِ نکاح کے پچیس خانوں کو پُر کرنے اور رجسٹریشن فیس کی ادائیگی جیسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو غریب والدین یا قلیل البضاعت عاقدین کے لئے مالی پریشانیوں کا سبب بھی ہے۔ نکاح کی رجسٹری کی انہی قباحتوں کی وجہ سے مفتی محمد شفیعؒ نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نکاح کے شرائط میں رجسٹری کرانے کو نہ کہیں دخل دیا ہے اور نہ ہی اس کو شرط سمجھا ہے۔"[6]

---

[5] اصلاحی، امین احسن، **عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ**، (لاہور: استقلال پریس)، ۸۱

[6] مفتی محمد شفیع، **جواھر الفقہ**، (کراچی: مکتبہ دارالعلوم)، ۲۶۷

مولانا احتشام الحق تھانوی فرماتے ہیں:

"ایک نکاح شرعاً بالکل صحیح طور پر منعقد ہو جاتا ہے اگر عورت اور مرد نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لیا ہو۔ نکاح کا خطبہ پڑھا جانا کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ کسی قاضی، عالم کا موجود ہونا اور اس کا خطبہ پڑھنے کے بعد ایجاب وقبول کرانا زائد از ضرورت مستحبات میں سے ہے۔ نکاح اس کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے۔"[7]

حکومت نے انتظامی مصلحتوں کے پیشِ نظر لوگوں کے اپنے فائدے کے لئے نکاح کی رجسٹریشن کا قانون نافذ کیا ہے اور عوام پر حکومتِ وقت کی اطاعت واجب ہے۔ اس لئے عوام کو حکومت کے حکم پر عمل کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ بوجوہ اسلامی طریقے سے نکاح کرا لیں اور رجسٹریشن نہ کرائیں تو ان کا نکاح صحیح ہو گا اور اس میں اسلامی طور پر کوئی نقص نہ ہو گا۔ لیکن اپنی حکومت کی نافرمانی پر وہ گناہگار ضرور ہوں گے۔ نکاح کی رجسٹریشن کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

"نکاح کی رجسٹری کا حکم قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں مگر ایسی چیز بھی موجود نہیں ہے جس سے نکاح کی رجسٹری کی مخالفت کی گئی ہو۔ لیکن نکاح کا حسب ضابطہ رجسٹر ہونا نہ ہونا جوازِ نکاح پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کسی کے نکاح کی رجسٹری نہ ہوئی ہو مگر دوسرے مطلوبہ ارکان پورے کئے گئے ہوں تو نکاح کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ رجسٹری نکاح کی حیثیت محض اضافی ہے بجائے خود نکاح کی کسی شرط کا حکم نہیں رکھتی۔"[8]

فقہِ اسلامی کے ماہرین اور عدالتی امور کے مسؤولین کے علاوہ ملکی قانون کی تدریس وتالیف سے وابستہ افراد اور پیشہ ور قانون دانوں کی رائے میں نکاح کی رجسٹریشن دینی معاملہ نہیں بلکہ انتظامی مصلحت ہے۔ میاں مسعود احمد ایڈوکیٹ کی رائے ہے:

"تحریری نکاح، شرعی ضرورت نہیں بلکہ ایک انتظامی معاملہ ہے۔"[9]

نکاح کی رجسٹریشن کی شرعی حیثیت کے بارے میں اہلِ تشیع (فقہِ جعفری کے پیروکاروں) کی رائے بھی اہل سنت والجماعت کی رائے سے مختلف نہیں ہے۔

---

[7] مولانا احتشام الحق تھانوی، **عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ**، (کراچی: مکتبہ احتشامیہ، ۲۰۰۷ء)۲۰۸

[8] تنزیل الرحمٰن، **مجموعہ قوانین اسلام**، ۱: ۱۳۲

[9] مسعود احمد بھٹہ، **حیات النساء (عورت کی زندگی)**، ۲۷۸

سید افتخار حسین نقوی نجفی لکھتے ہیں:

"نکاح کی رجسٹریشن نہ تو نکاح کے صحیح ہونے میں شرط ہے اور نہ ہی اس کا حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔لہذا نکاح کا رجسٹر ہونا یا نہ ہونا نکاح کے جائز اور صحیح ہونے پر اثرانداز نہیں ہوتا۔ اگرچہ پاکستان کے آرڈیننس بابت ۱۹۶۱ء کے تحت نکاح کی رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی ہے۔"

مسلم عائلی قوانین میں نکاح کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ زبانی نکاح

۲۔ تحریری نکاح۔[10]

قانونی اور عدالتی امور کے ایک ماہر جسٹس تنزیل الرحمٰن نکاح کے اندراج کی مصلحتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینے کا منشاء ان دقتوں اور دُشواریوں کو دُور کرنا ہے جو نکاح سے انکار کی صورت میں ثبوتِ نکاح کی صورت میں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ انتظامی مصالح کے پیشِ نظر، شرعی مصالح کے حصول کے لئے رجسٹری کے حکم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔"[11]

کیا نکاح کی رجسٹریشن عوام کے لئے قابلِ پابندی ہے؟

گزرے زمانوں میں نکاح کی رجسٹریشن کرانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی کیونکہ دو گواہوں کے روبرو، ولی کی اجازت سے منعقد ہو جاتا تھا۔ سادہ لوگ تھے جو دوسروں کے مال ومتاع اور مِلک وجائیداد کے بارے میں طمع پرستانہ سوچ نہیں رکھتے تھے۔ مشیتِ الٰہی سے معاشرے میں عورتوں کی تعداد کم تھی۔ اس لئے ان ادوار میں نسبتاً عورتوں کی قدر زیادہ تھی، سماجی بندھنوں میں خلوص تھا۔ عدالتی فیصلوں میں عدل وانصاف کو بروئے کار لایا جاتا اور دادخواہوں کو فوری اور سستا انصاف بہم پہنچایا جاتا۔ پیشہ ورانہ وکالت کی عدم دستیابی کی بنا پر مدعی اور مدعیٰ علیہ کو قانونی امداد میسر نہ تھی۔ فضول قانونی موشگافیوں اور وکیلوں کے تاخیری حربوں کی عدمِ موجودگی کی بنا پر اصل حقائق پر عادلانہ فیصلے صادر ہوتے۔ عدل وانصاف کا بول بالا ہونے کی بنا پر سماج اس بدامنی کا شکار نہیں تھا آج جس

---

[10] نجفی، افتخار حسین نقوی، علامہ، **قانون مناکحات (کتاب النکاح)**، (اسلام آباد: منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، ۲۰۱۵ء)۱: ۲۱۱

[11] تنزیل الرحمٰن، **مجموعہ قوانین اسلام**: ۱: ۱۳۲

سے دوچار ہے۔ ہزاروں میل دور سمندر پار ملکوں میں ملازمت وکاروبار کے سلسلے میں مقیم افراد اپنے شہروں اور گلی محلوں سے لڑکیاں بیاہ کر نہیں لے جاتے اور نہ ہی انہیں وہاں لے جا کر بے یارو مددگار چھوڑتے تھے۔ مال کمانے کی غرض سے بنائے گئے شادی گھر تھے اور نہ ہی شادی گھروں کی وساطت سے کرائے گئے نکاح۔ غیر ممالک میں مقیم عزیزوں اور ہم وطنوں کے پاس جا کر ان کی بیٹیوں سے شادی رچا کر وطن لانے کا رواج بھی نہیں تھا۔ دیہاتوں سے لوگوں کا بڑے پیمانے پر انخلاء تھا اور نہ ہی بڑے شہروں میں انسانی آبادیوں کے انتقال کا رجحان۔ عموماً ایک جیسے رسم ورواج اور یکساں عادات وروایات (Mono Culture) کے لوگ ہوتے تھے جن کے درمیان مضبوط باہمی تعلقات استوار تھے۔ رشتہ دینے والے حقائق چھپاتے اور نہ ہی رشتہ لینے والے چالاکی سے کام لیتے۔ فریقین ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے اور کئے گئے عہد وپیمان کو نبھاتے تھے۔ سادہ معاشرت کی وجہ سے دوسروں کے احسان کا بدلہ احسان سے چکانے کا دستور تھا۔ اب حالات بدل گئے ہیں، روایات کا احترام نہیں رہا، اقدار کی پاسداری نہیں کی جاتی، اغیار کے نظریات وافکار اور ثقافتی یلغار نے معاشرتی اقدار کو تلپٹ کر دیا ہے۔ تعیشات کے حرص اور دولت کے عشق کا بھوت سر پر سوار ہے۔ رشتوں کے تقدس کا احساس نہیں رہا، معاشرتی اجتماعیت پر زور دینے کی بجائے ذاتی انفرادیت کو اہمیت دی جارہی ہے۔ فرائض کی بجا آوری کا خیال نہیں صرف حقوق بلکہ ماورائے حقوق کے حصول کی حرص روز افزوں ہے۔ نکاح کا مقصد شادی کرکے گھر بسانا نہیں بلکہ شریکِ حیات کی مالی ومعاشرتی حیثیت سے فائدہ اُٹھانا اور اسے سیڑھی بنا کر اپنے اہداف کو حاصل کرنا ہے۔

ایسے حالات میں لڑکوں، لڑکیوں کے والدین، شادی کرانے والے سرپرستوں اور خود متناکحین کا اپنے مستقبل کے خطرات ومفاسد کو نظر انداز کرکے حفظِ ماتقدم کے طور پر نکاح کی رجسٹریشن نہ کرانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ پیچیدہ معاشرے اور دگرگوں حالات کے اس ماحول میں اگر حکومت خود زوجین یا ان کے والدین کو نکاح کی رجسٹریشن کی صورت میں قانونی تحفظ کی چھتری مہیا کر رہی ہو تو کوئی کج فہم اور ناسمجھ ہی اس پیشکش کا انکار کرے گا۔

نکاح کی رجسٹریشن کا شرعی جواز:

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ان کے باہمی میعادی قرضہ جات ومعاملات، دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ قلمبند کرنے کا حکم دیا ہے۔ مفسرین کرام کی اکثریت نے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ

مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ[12]میں فاکتبوہ کے اندر اس کے مخاطبین کے لئے جو امر ہے اسے امر الاستحباب والندب قرار دیا ہے یعنی اگر اہلِ ایمان آپس میں لین دین اور مقررہ میعاد کے قرضہ جات کو قید تحریر میں لے آئیں تو انہیں اپنے عہد وپیمان کے دستاویزی ثبوت کی دستیابی کے ساتھ ساتھ اس آیت شریفہ کے حکم کی بجاآوری کا اجر وثواب بھی ملے گا لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ایک امرِ مستحب کے ترک سے اس کے اجر وثواب سے محرومی کے علاوہ ان کا مؤاخذہ نہیں ہو گا۔

مال واشیاء کے لین دین کی طرح دین ومعاشرت کے اہم فریضے یعنی نکاح کے عہد وپیمان کو حکومتِ وقت کا حکم بجالاتے ہوئے حکومتی تصدیق وتائید کے ساتھ قلمبند کرکے ایک سماجی وخاندانی دستاویز کی شکل میں اسے محفوظ کرلینا بھی مستحب عمل کے زمرے میں آتا ہے۔

دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کرنے کے بعد مرد وعورت کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کی دینی وقانونی اہمیت اور سماجی واخلاقی حیثیت مسلّم ہے۔ ازدواجی تعلقات استوار ہونے کے بعد، مابعد نکاح کے حقوق وفرائض کی بجاآوری میں رجسٹرڈ نکاح سے زوجین کو نکاح نامے میں ایک دوسرے سے کئے گئے اپنے وعدوں کے تحریری ثبوت اور قانونی حیثیت کا پتہ ہوتا ہے اور وہ یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ جس نے بھی عہد شکنی کی یا طے کردہ شرائط کی بجاآوری سے پہلو تہی کی تو اسے رجسٹرڈ نکاح نامے جیسی مضبوط قانونی دستاویز کے ہوتے ہوئے خاندان وسماج کے سامنے اور قانون وعدالت کے روبرو اپنی زیادتی اور وعدہ خلافی کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ قانون متاثرہ فریق کو اس کا حق دِلانے کی خاطر حرکت میں آئے گا اور سماج بھی خلاف ورزی کے مرتکب کو اس کا فرض یاد دِلائے گا۔

زوجین میں سے دونوں یا کسی ایک کی مستحکم مالی حالت سے ان پر حج فرض ہو جاتا ہے تو رجسٹرڈ نکاح نامے کی عدم موجودگی کی صورت میں اپنے خاوند کے ہونے کے باوجود، بیوی اس کے ساتھ حج جیسے مقدس دینی فریضے کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب نہیں جاسکتی۔ مزید برآں رجسٹرڈ نکاح سے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو کسی بھی فریق کی وفات کی صورت میں وراثت حاصل ہونے کا تحفظ بھی ملتا ہے۔ اسی طرح رجسٹرڈ نکاح اولاد کو بھی ان کی نسل کا تحفظ عطا کرتا ہے۔ موجودہ دور کے ابتر حالات میں رجسٹرڈ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے زوجین کو مختلف معاشرتی اور قانونی پیچیدگیوں اور کئی دینی معاملات کی بجاآوری میں رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت

---

[12] البقرہ:۲۸۲

سارے معاشرتی اور قانونی حقوق اور رعائتیں رجسٹرڈ نکاح سے میسر آتی ہیں اور فقہ کا اصول ہے کہ ما لایتمّ الواجب الّا بہ فھو الواجب[13] جس چیز کے بغیر کسی واجب کام کی بجا آوری ناممکن ہو اور اس چیز کے ساتھ ممکن ہو تو وہ واجب ہے۔ نکاح کی عدم رجسٹریشن کی صورت میں بہت سارے شہری، سماجی، دینی اور قانونی حقوق کے ضیاع کا اندیشہ ہوتا ہے جبکہ رجسٹرڈ نکاح کے ہونے سے ان کے حصول کا قوی امکان ہے۔ اس لئے موجودہ حالات میں نکاح کو رجسٹرڈ کرانا ضروری قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس سے مابعد نکاح کی زندگی میں کئی جھمیلوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور والدین کی وفات کی صورت میں اولاد کے لئے بھی قانونی اور وراثتی معاملات میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

کوئی ایسا امر جس کی کتاب وسنت میں ممانعت نہ ہو تو اس کو کسی انتظامی مصلحت کی بنا پر اپنا لینا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ نہ ہو۔ نکاح کو رجسٹرڈ کرانے کی قرآن وسنت میں کوئی ممانعت نہیں اور اس کے فوائد کے مقابلے میں اس کا نقصان تو بہت ہی کم ہے۔ نکاح کو رجسٹرڈ کرانے کا نقصان صرف اتنا ہے کہ نکاح رجسٹرار یا نکاح خواں کو نکاح کی تقریب میں لے آنا پڑتا ہے، آمد ورفت کا خرچ اور کچھ انعام دینا پڑتا ہے۔ مزید یہ کہ نکاح کی رجسٹریشن فیس بھی گورنمنٹ کو ادا کرنا پڑتی ہے اور بس۔ پھر اس کے بعد ساری زندگی اس کے فائدے ہی فائدے ہیں۔ رجسٹرڈ نکاح نامہ زوجین میں سے ہر ایک کے لئے گورنمنٹ کی تصدیق شدہ اور تائید یافتہ دستاویز ہے جو ازدواجی ومعاشرتی کوائف کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ قانونی وعدالتی معاملات میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں پاسپورٹ، میراث اور دوسرے حقوق کے حصول میں بھی کام آتی ہے۔

اولی الامر (حکومت) کو انتظامی مصلحت کے پیش نظر کسی ایسے امر کو ضروری قرار دینے کا اختیار حاصل ہے کہ جو شریعت میں پہلے ضروری نہیں تھا بشرطیکہ وہ امر مقاصدِ شریعت سے متصادم نہ ہو۔ گزرے وقتوں میں لوگوں کی سادگی اور کم آبادی کے سبب آپس میں جان پہچان کی آسانی، امن کی فراوانی، سماجی رکھ رکھاؤ، مقدمہ بازی سے گریز، دینی رجحان کے غلبہ اور عوامی اکثریت کی روحانی واخلاقی اقدار سے وابستگی کے باعث اس امر کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی لیکن عصرِ حاضر کے پیچیدہ حالات، خود غرضی وخود پرستی کے ماحول، چھینا جھپٹی اور نفسا نفسی کے اس دور میں نکاح کی رجسٹریشن بہت ضروری ہے۔

---

[13] الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، **المستصفی من علم الاصول**، تحقیق محمد عبد السلام عبد الشافی، (دار الکتب العلمیۃ، طبع اوّل ۱۹۹۳ء)، ۱: ۵۷

حکومت پاکستان نے نکاح رجسٹر نہ کرانے والوں کو مستوجبِ سزا قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے اس پر تنقید کی ہے جس کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے۔ علماء کو تنقید کا حق حاصل ہے لیکن موجودہ حالات میں نکاح کی رجسٹریشن کی اہمیت کا انکار کرنے والوں کو اس کی اہمیت کا صحیح ادراک نہیں ہے کہ رجسٹری کی معمولی تکلیف، بعد کی بہت ساری تکلیفوں اور قباحتوں کا دَر بند کر دیتی ہے۔ شوہر کی جانب سے دیئے گئے تحائف اور مہر، اسی طرح بیوی کی طرف سے لائے گئے جہیز کے سلسلے میں وقوع پزیر ہونے والے ذاتی اور خاندانی جھگڑوں کا، نکاح کی رجسٹریشن سے کسی حد تک خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے یہ جھگڑے وقوع پذیر بھی ہوں تو نکاح کی رجسٹریشن کی بنا پر ان کے مفاسد سے مناسب تحفظ ضرور مل جاتا ہے۔

اسلامی قانون کے ایک ماہر ڈاکٹر محمد مطیع الرحمٰن نکاح کی رجسٹریشن کے جواز میں لکھتے ہیں:

"شریعت اسلامی میں احکام علتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ فقہی قاعدہ الحکم یدور مع العلة وجوباً وعدماً اس لئے اگر کسی چیز کے لیے کوئی علت شرعی موجود ہو تو وہ (اس) حکم کے لئے اصل ہوتی ہے۔ فقہی کتب میں لکھا ہے کہ اگر کسی علاقے میں انگور سے شراب بنانے کا عام رواج ہو تو اسلامی حکومت کے سربراہ کے لئے جائز ہے کہ وہاں انگور کے درخت لگانے پر پابندی لگا دے۔ یہاں اگر ہم اس حکم کی علت پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اصلاً انگور کی کاشت ایک جائز کام ہے لیکن جب لوگوں نے اس جائز کام کو ناجائز کام کا ذریعہ بنا دیا تو اصولی قاعدہ سدِّ ذرائع کے تحت حاکمِ وقت کو انگور کی کاشت پر پابندی لگانا پڑی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے مسلمان مردوں کی یہودی عورتوں سے شادی پر پابندی عائد کی تھی حالانکہ قرآن کریم میں یہودی عورتوں کے ساتھ شادی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسری کثیر مثالیں موجود ہیں۔

اگر ہم رجسٹریشن نکاح کی خوبیوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے بہت سارے فوائد نظر آتے ہیں اس لئے ہمیں یہ قاعدہ مصالح مرسلہ اس کو ضروری قرار دینا کوئی غیر شرعی فعل نہیں ہے۔"[14]

---

[14] ڈاکٹر مطیع الرحمٰن وفاقی شرعی عدالت میں ایڈوائزر کے عہدے پر فائز ہیں اور یہ مقالہ انہوں نے شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے تینتالیسویں اجلاس میں پڑھا تھا جو کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے البتہ اسلامی نظریاتی کونسل کے تحقیقی مجلہ "الاجتہاد" میں طبع کے لئے منظور ہو چکا ہے۔

عوام کے لئے حکومت کے احکام واجب التعمیل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[15]

یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے احکام کی تعمیل کی جائے، اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کی جائے اور اپنے اولی الامر کے احکام کی۔ پس موجودہ دور میں حکومتیں ہی اولی الامر ہیں اس لئے اولی الامر کے حکم کی تعمیل میں نکاح کی رجسٹری کرانا ضروری ہے۔

حکومتی احکام کی تعمیل و فرمانبرداری اس وقت زیادہ ضروری ہو جاتی ہے جب (ان احکام کا مقصد عوامی) حقوق کی حفاظت و پاسداری اور (ان کو لاحق شدہ) تنگی کو دُور کرنا ہو جو کہ نکاح کی رجسٹری سے زوجین کے حقوق کو قانونی و معاشرتی تحفظ ملتا ہے۔ اس لئے عوام پر نکاح رجسٹر کرانے کے سرکاری حکم کی تعمیل لازمی ہے۔

اس وقت اسلامی دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک میں اپنی عوام کے نکاح کی رجسٹریشن کو لازمی قرار دے چکے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان نے بھی ۱۹۶۱ء کے عائلی قوانین کے رو سے نکاح رجسٹریشن کو لازمی قرار دیا ہے اور رجسٹریشن نہ کرانے کو مستوجبِ سزا گردانا ہے۔

نکاح کی رجسٹریشن کرانے سے ایک طرف تو ایسا کرنے والوں کو قرآن مجید کی آیت تداین میں "فاکتبوہ" کے امر ندب پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے دوسری جانب أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ والی قرآنی آیت میں " اطیعوا " کے امر وجوبی کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ اس "اطیعوا " کی عدمِ تعمیل، اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور امر الٰہی سے روگردانی کے زمرے میں آتی ہے۔ اس لئے نکاح کی رجسٹریشن کی بابت عوام پر حکومت کی اطاعت فرض ہے۔ حکومتی احکام کی تعمیل و فرمانبرداری اس وقت زیادہ ضروری ہو جاتی ہے جب (ان احکام کا مقصد عوامی) حقوق کی حفاظت و پاسداری اور (اُن کو لاحق شدہ) تنگی کو دُور کرنا ہو۔ نکاح کی رجسٹری سے زوجین کے حقوق کو قانونی و معاشرتی تحفظ ملتا ہے۔

نکاح کی رجسٹریشن کے شرعی جواز میں پیش کئے جانے والے مذکورہ دلائل وحقائق اپنی جگہ پر اہم ہیں لیکن خوش قسمتی سے ہمیں عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے دفعہ ۵ پر وفاقی شرعی عدالت پاکستان اسلام آباد کے نظر ثانی شدہ فیصلے کا پتہ چلا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ۲۰۰۰ء میں ایک سائل اللہ رکھا بنام سرکار کی درخواست پر

---

[15] النساء:۵۹

یہ کاروائی کی اور اپنے طریقہ کار کے مطابق ماہرینِ فقہ اور عدالتی مشیر ان کے مؤقف کو سنا جس میں اہلِ سنت اور اہلِ تشیع (جعفری) علماء شامل تھے۔ تفصیلی سماعت کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچی کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت اور ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جو نکاح کی رجسٹریشن کو ناجائز قرار دیتی ہو البتہ رجسٹریشن میں بہت سی خوبیاں موجود ہیں مثلاً میاں بیوی اور ان کے بچوں کا ریکارڈ جو ثبوتِ نسب اور حصولِ میراث میں ان کے لئے مد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ ریکارڈ کی موجودگی کی وجہ سے بہت سارے اختلافات اور ابہامات رفع ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے عدالت یہ قرار دے چکی ہے کہ نکاح کی رجسٹریشن نہ کرانے سے نکاح فاسد یا باطل نہیں ہوتا اور درج ذیل حکم صادر کیا:

In the light of the above discussions we hold that the provisions contained in section 5 of Muslim Family Law Ordinance 1961 is in no manner violative of any injunctions of Islam.[16]

یعنی مندرجہ بالا مباحث کی روشنی میں یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۵ کے احکامات کسی طور پر اسلامی تعلیمات وہدایات سے متصادم نہیں۔

اس طرح وفاقی شرعی عدالت نے اس دفعہ کو مقاصدِ شریعت سے ملائم قرار دیا۔

نکاح کی رجسٹریشن سے متعلق عدالتی فیصلے:

لوگ اپنے حقوق کے حصول کے لئے عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں تاکہ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حقائق کی بنیاد پر انہیں اپنے جائز حقوق مل پائیں۔ نکاح کی رجسٹریشن کے متعلق بھی متعدد مقدمات اعلیٰ عدالتوں میں دائر کئے گئے ہوں گے اور نتیجتاً عدالتوں نے بھی اپنے طریقِ کار کے مطابق مقدمے کے فریقین کے بیانات کی سماعت، حقائق پر غوروخوض اور پیش کردہ ریکارڈ کی جانچ پڑتال کے بعد فیصلے صادر کئے ہوں گے۔ نکاح کی رجسٹریشن کے متعلق ہمیں دو فیصلے دستیاب ہیں:

پہلا فیصلہ:

اس مقدمہ کے مختصر واقعات رٹ پٹیشن اس طور پر ہیں کہ رضیہ بی بی سائلہ نے نوشیر علی سے حسب ضابطہ نکاح کیا اور مورخہ ۱۹۹۷-۰۵-۰۴ کو درج رجسٹر بھی ہوا۔ سائلہ کے مطابق اس کو مسؤول علیہ نمبر ۳

[16] اللہ رکھا ودیگران بنام حکومت پاکستان پی ایل ڈی ۲۰۰۰ وفاقی شرعی عدالت

محمد رزاق وغیرہ نے اغوا کیا اور بیان دیا کہ وہ اس کی بیوی ہے۔ نوشیر علی نے زیر دفعہ ۱۰۰ ضابطہ فوجداری محمد رزاق کے خلاف ایک درخواست گزاری۔ عدالت میں سائلہ نے نوشیر علی کے حق میں بیان دیا کہ اس نے مورخہ ۱۹۹۷-۰۴-۳۰ کو مذکورہ نوشیر علی کے ساتھ شادی کی تاہم اس کو دارالامان بھیج دیا گیا۔ عدالت ہذا نے ہدایت کی کہ فریقین نکاح کی درستگی کے تعین کے لئے سول کورٹ سے رجوع کریں۔ پھر مسؤول علیہ نمبر 3 نے Jactitation کا جھوٹا دعویٰ دائر کیا جو کہ سائلہ اور نوشیر علی کے درمیان ہوا تھا۔ سائلہ نے بھی Jactitation کا دعویٰ برخلاف مسؤول علیہ نمبر ۳ محمد رزاق کر دیا۔ دونوں دعوے اکٹھے کر دیئے گئے۔

فاضل جج فیملی کورٹ نے فریقین کی بحث سماعت کرنے کے بعد مسؤول علیہ نمبر 3 محمد رزاق کا دعویٰ ڈگری کر دیا جبکہ سائلہ مسماۃ رضیہ بی بی کا دعویٰ خارج کر دیا۔

سائلہ نے اس لئے عدالت ہذا میں رٹ دائر کی۔ عدالت نے فریقین کے فاضل وکلاء کے دلائل سننے اور عدالتی ڈگریوں / ریکارڈ کو ملاحظہ کرنے کے بعد قرار دیا کہ:

سائلہ کے بیان کے مطابق وہ نوشیر علی کی قانونی بیوی ہے اور ان کا نکاح حسب ضابطہ مورخہ ۱۹۹۷-۰۴-۳۰ کو رجسٹرڈ ہوا تھا جو ریسپانڈنٹ نمبر ۳ کے نکاح سے پہلے رجسٹرڈ ہوا۔ سائلہ نے جوڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں اپنے بیان میں اپنے آپ کو نوشیر علی کی قانونی بیوی بیان کیا ہے۔ وہ لگاتار ۱۹۹۷ء سے ایسے بیانات دے رہی ہے کہ اس کی شادی نوشیر علی کے ساتھ ہوئی تھی اور عدالت ہذا پی ایل ڈی ۱۹۹۹ء لاہور صفحہ ۴۹۴ میں یہ ہولڈ کر چکی ہے کہ جہاں شادی سے متعلق رضامندی متنازعہ ہے اور وہ نکاح نامہ جو عورت اور مرد کے قبضہ میں ہے جو کہ میاں بیوی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ زیر چیلنج ہے تو پھر سچائی کا مفروضہ نکاح نامہ کے ساتھ ہے جس کو میاں بیوی تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں تک مسؤول علیہ نمبر 3 کے کونسل کا یہ مؤقف ہے کہ نوشیر علی سائلہ کی حقیقی خالہ کا شوہر ہے اس لئے سائلہ سے شادی نہیں کر سکتا ہے۔ نوشیر علی نے مسماۃ کنیز، سائلہ کی خالہ سے شادی کا انکار کیا۔

عدالت عالیہ نے ماتحت عدالتوں کے دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا کیونکہ وہ شہادت اور ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے قانونی نظائر کے برعکس ہیں اس لئے یہ رٹ منظور ہوئی۔ دعویٰ بابت Jactitation زناشوئی دائر

شدہ منجانب ریسپانڈنٹ نمبر 3 خارج ہوا اور جو دعویٰ سائلہ نے برخلاف ریسپانڈنٹ نمبر 3 دائر کیا، وہ ڈگری ہو گیا۔ خرچہ کے متعلق کوئی حکم صادر نہ کیا گیا۔[17]

تحلیلی وتنقیدی جائزہ:

عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ شریعت کے اصول ومبادی کے موافق ہے۔ مزید برآں اس فیصلے سے درج ذیل قانونی نکتے معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ کسی خاتون کی زوجیت کے دو دعویدار ہوں اور دونوں ثبوتِ دعویٰ میں نکاح نامہ پیش کریں تو نکاح ناموں کی درستگی کی تحقیق کے بعد جس کا نکاح نامہ مقدم ہو گا اس کے دعویٰ کو درست تسلیم کیا جائے گا۔

۲۔ کسی خاتون کی زوجیت کے دو دعویدار ہوں اور اس سے متعلق دستاویزاتی ثبوت یا شہادتیں پیش کریں اور یہ ثبوت اور شہادتیں درجہ میں برابر ہوں تو خاتون جس کی زوجیت کا اقرار کرے گی اس کا دعویٰ درست قرار دیا جائے گا۔

دوسرا فیصلہ:

مقدمہ کے مختصر واقعات کچھ اس طرح ہیں کہ بنیادی طور پر یہ مقدمہ ایک دیوانی مقدمہ بابت بیع وشراء اراضی ہے۔ آمنہ بی بی کے شوہر ولی محمد نے اللہ دتہ کو ایک مکان فروخت کیا ہے جبکہ آمنہ بی بی تنسیخ معاہدہ بیع بایں وجہ چاہتی ہے کہ یہ مکان اسے حق مہر میں دیا گیا ہے لیکن موضوع سے متعلق ایک نکتہ یہ ہے کہ مسماۃ آمنہ بی بی کا ولی محمد کے ساتھ نکاح ہوا ہے لیکن نکاح رجسٹرڈ نہیں ہوا ہے۔ کیا عدم رجسٹریشن، نکاح کی صحت پر کوئی اثر ڈال سکتی ہے؟

عدالت نے قرار دیا ہے کہ دو گواہان کا ہونا ضروری ہے لیکن جب دونوں میاں بیوی آپس میں نکاح کی تصدیق کریں تو پھر گواہان کا پیش ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ (عارف حسین وغیرہ بنام سرکار پی ایل ڈی ۱۹۸۲ء وفاقی شرعی عدالت ص ۴۲، پی ایل ڈی ۱۹۹۹ء ص ۴۹۴) مقدمہ میں قرار دیا گیا ہے کہ مرد اور عورت کے باہمی نکاح کے اقرار کی صورت میں سچ کا مفروضہ نکاح کے ساتھ منسلک ہو گا۔[18]

---

[17] وائی ایل آر ۲۰۰۵ لاہور ۱۵۶ عنوان: رضیہ بی بی (سائلہ) بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج بوریوالہ وغیرہ رٹ پٹیشن نمبر ۵۳۳۹ سال ۲۰۰۰ء فیصلہ شدہ ۱۰-۰۶-۲۰۰۴

[18] وائی۔ ایل۔ آر ۲۰۰۴ لاہور ۲۳۹ مرزا اللہ دتہ بنام مسماۃ آمنہ بی بی

تحلیلی وتنقیدی جائزہ:

عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے کیونکہ اسلامی نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں زوجین کے ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ اس فیصلے سے درج ذیل قانونی نکات معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نکاح کی رجسٹریشن اگرچہ ضروری ہے اور اس کا رجسٹر نہ کرانا ملکی قوانین کی خلاف ورزی اور قابلِ سزا جرم ہے لیکن نکاح کی عدم رجسٹریشن کا نکاح کی صحت پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا اگر نکاح کے دوسرے شرائط پورے کردیئے گئے ہوں۔

۲۔ عدالت کے فیصلے کی رو سے صحتِ نکاح کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔